ملی ناموس کے تئیں بیٹھے سرِ عرش تخت نشیں ہو کے
دہ گئے ہیں جس کے ہیں یہ سکال وہ خدا ہے جس کا ساکن نہیں

من الظلمٰت الی النور لدفع الظلمٰت الفجور

المعروف

اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف اور ان کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

تحریر مبارک

علامہ محقق العصر
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وہاب خان القادری الرضوی مدظلہ

بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ
کراچی

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

من الظلمٰت الی النور لدفع الظلمٰت الفجور

المعروف

اکابر علماء دیوبند کا اجمالی تعارف
اور
ان کی دینی و ملی خدمات کا مختصر جائزہ

☆ تحریر مبارک ☆

خلیفہ مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالوہاب خان القادری الرضوی مدظلہ

بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

الحمدلله رب العٰلمین علی ان من علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمته و ان کانوامن قبل لفی ضلال مبین ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله ولوکرہ المشرکون ویریدرن لیطفئوا نورالله بافواھھم والله متم نورہ ولوکرہ الکٰفرون فاشھد ان لااله الاالله وحدہ لاشریک له واشھدان سیدنا و ملاذنا وماونا وشفیع ذنبنا عند ربنا محمدا عبدہ ورسولہ وعبدخیرالعباد و رسول ا فضل الرسل ونبی الانبیاء وسیدالاصفیاء و امام الکل صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله و اصحابه واتباعه واحبانه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین . امین امین امین یا رب العٰلمین

اللہ تعالیٰ کی عجیب شانِ بے نیازی ہے،ایک وہ وقت تھا کہ کوئی دیوبند کا نام بھی نہ

جانتا تھا اللہ اللہ اب یہ عالم ہے کہ دنیا میں کم لوگ ایسے ہونگے جو دیو بند سے واقف نہ ھوں۔ دارالعلوم دیو بند اور علمائے دیو بند کا چرچا عام ہے۔ دارالعلوم دیو بند اور علمائے دیو بند کی چاردانگ دھوم دھام ہے انکی شہرت ہر جگہ معروف و معلوم ہے البتہ یہ اور بات ہے کہ دیو بندی افکار و عقائد اوران کے دینی نظریات سے عامتہ الناس تو کجا اکثر اہل علم افراد بھی ناواقف و نادان ہیں اگر اور وہ واقف ہیں بھی تو صرف اور صرف دارالعلوم دیو بند، علمائے دیو بند اور انکی دینی خدمات سے اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اکابر علمائے دیو بند کا اجمالی تعارف کرا دیا جائے جنکی انتھک کوششوں کے کارن دیو بند کے بھاگ کھل گئے اور یہ دن نصیب ہوا کہ آج ساری دنیا دیو بند کے گن گارہی ہے، علمائے دیو بند کے نام کی مالا جپ رہی ہے چناچہ انکی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ ہمارے مسلمان بھائی اس کی صحیح حقیقت سے باخبر ہوں اور عالم دیو بند کی معتبر تاریخ کو شواہد کے آئینہ میں ملاحظہ فرماسکیں۔ اس کتاب میں اس امر کا التزام کیا گیا ہے کہ دیو بندی مکتبہ فکر کے معتبر راویان و معتمد انشاء پردازوں کی عبارات کو سنداً پیش کیا جائے اگر چہ وہ روایت بالواسطہ پہنچی ہو، تاکہ فہم ناظر میں اس کا صحیح مقام راوی کی عزت واحترام کے ساتھ واضح ہو جائے اور نفس کلام کی صحت میں کوئی شبہ نہ رہے اور راوی کی عظمت کے ساتھ اسکے بیان کی عظمت کا احساس بھی پامال نہ ہو۔ ہم نے نقل عبارات میں بڑی احتیاط سے کام لیا اور نقل کو مطابق اصل درج کیا ہے جو حضرات تحقیق فرمانا چاہیں وہ اصل کتب کی طرف رجوع لائیں انشاء اللہ العزیز نقل کو عین مطابق اصل کے پائیں گے۔

دارالعلوم دیوبند کی کہانی علماء دیوبند کی زبانی

اکابر علمائے دیوبند کے تعارف سے قبل مناسب ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا اجمالی تعارف کرادیا جائے کیونکہ یہ دارالعلوم ہی علمائے دیوبند کی معراج کا پہلا زینہ ہے اور یہی زینہ ان کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے اور بزم یار میں جلوؤں کی فراوانی سے ہمکنار کرتا ہے

دارالعلوم دیوبند اور احکام غیبی

بقول علماء دیوبند، دارالعلوم دیوبند کا آغاز محرم ۱۲۸۳ھ میں ہوا علمائے دیوبند اس دارالعلوم کو الہامی مدرسہ کہتے ہیں چنانچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

> ''دارالعلوم کا اجراء عام موجودہ طریقہ پر نہیں ہوا کہ چند افراد نے بیٹھ کر مشورہ کیا ہو کہ ایک مدرسہ قائم کیا جائے اور مجموعی رائے سے مدرسہ دیوبند قائم کر دیا گیا ہو بلکہ یہ مدرسہ بالہام غیب قائم کیا گیا وقت کے اہل اللہ اور ارباب قلوب افراد کے قلوب پر یکدم وارد ہوا کہ اسوقت ہندوستان میں جبکہ انگریزی اقتدار مسلط ہو چکا ہے اور اسکے تحت ان کا تمدن اور انکے افکار ونظریات طبعًا اس ملک پر مسلط

ہونیوالے ہیں جو یقیناً اسلام کے منافی اور نصرانیت کے فروغ کا باعث ہونگے اور ممکن ہے کہ ان کے نفسیاتی تمدن کے زیر اثر اسلامی معاشرت بلکہ نفس دین ومذہب ہی سے قلوب میں بیگانگی پیدا ہوجائے (چناچہ کچھ عرصے کے بعد انکی فراست ایمانی کے مطابق یہ خطرہ واقعہ بن کر نمایاں ہونے لگا) ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو مسلمانوں کو اس سیلاب کے بہاؤ سے بچا سکے چناچہ ہر ایک نے اپنے واردات کو ایک مجلس میں بیٹھ ظاہر کیا کسی نے کہا کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ ان حالات میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو کم از کم مسلمانوں کے دین کو محفوظ رکھ سکے کسی نے کہا کہ میرے قلب پر بھی یہی وارد ہوا ہے کسی نے کہا مجھے خواب میں یہی حقیقت دکھلائی گئی ہے غرض قدرتی طور پر ایک باطنی اجماع اس پر منعقد ہوگیا کہ ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے تاکہ اس ملک میں مسلمانوں کا دین محفوظ ہو جائے گو ان کی اسلامی شوکت پامال ہوچکی ہے لیکن اگر دین اور دینی جذبات محفوظ ہو جائیں گے تو ایسا وقت آنا بھی ممکن ہے کہ وہ ان دینی جذبات و دعاوی سے رہتی دنیا کو سنوار سکیں یہ تھے وہ الہامات غیب جن کے تحت ۱۰ محرم ۱۲۸۳ھ

مطابق ۲۰ مئی ۱۸۶۶ء میں اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔"

(ماہنامہ الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۷-۱۳۸ صفر المظفر ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

قیام مدرسہ کی غرض و غایت مسلمانوں کے دین و مذہب کو بچانا اور انگریزوں کے گمراہ کن منافی اسلام افکار و نظریات سے محفوظ رکھنا تھا علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

دعویٰ جہاد ہاتھی کے دانت

"حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے حدیث وفقہ کی مسند سنبھالی انگریزی عملداری میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور حضرت شاہ (ولی اللہ) صاحب کے پوتے شاہ اسماعیل شہید عملی جہاد کے لیے اٹھے۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۵ فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

علامہ خالد محمود صاحب حسب فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ، ہندوستان کو دارالحرب مانتے ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو اس فتویٰ پر عمل کرنیوالا اور عملی جہاد کیلئے اٹھنے والا بیان فرماتے ہیں اس لئے مولوی اسمٰعیل صاحب کا جہاد

ہندوستان میں انگریزوں سے ہونا چاہئے تھا مگر وائے حسرتا جہاد ہوا تو سرحدی مسلمانوں افغانی پٹھانوں سے اور انگریز کی حمایت میں جس کا ثبوت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے البتہ ظاہری عبارات منقولہ سے انگریزوں کی دشمنی اور مسلمانوں کی حمایت خوب ظاہر ہے یہی علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

> ''مسلمانان ہند میں ایک خیال یہ بھی کام کر رہا تھا کہ نماز روزہ جیسے چند اعمال اسلام کو باقی رکھ کر انگریزی عملداری کو خلوص قلب سے اپنا لیا جائے اور انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل سمجھا جائے یہ لوگ دین اور دنیا کی تقسیم کے حامی تھے اور دنیاوی مراعات حاصل کرنیکے سوا ان کا کوئی مطمع نظر نہ تھا انگریزوں سے کامل وفاداری کے اظہار کے لیئے یہ لوگ محدثین دہلی کے خلاف بھی دم مارتے رہے اور انکی مرکزی دینی رہنمائی انہیں بہت کھٹکتی تھی۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۶ فروری - مارچ ۱۹۷۶ء)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ انگریزوں کے حامی اور بہی خواہ اور مسلمانوں کے خصوصا محدثین دہلی کے دشمن تھے معلوم ہوا کہ انگریزوں کا حمایتی مسلمانوں کا دشمن ہے۔ علامہ خالد محمود اتنی بات کہہ کر خاموش ہو گئے شاید شرما گئے۔

انگریزوں کی حمایت

اب ہم جناب مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری سے پوچھتے ہیں کہ وہ انگریزوں کا حمایتی کون تھا لیجئے علامہ تھانسیری صاحب فرماتے ہیں:

> ''یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا اسمٰعیل شہید وعظ فرمارہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یانہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے روریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔''

(سوانح احمدی صفحہ ۵۷)

ایک طرف علامہ خالد محمود صاحب اور سارے وہابی مقلد اور غیر مقلد سب مولوی اسمٰعیل صاحب کو انگریزوں سے جہاد کرنے والا بتائیں دوسری طرف علامہ محمد جعفر تھانسیری اور ان کی پوری وہابی پارٹی مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کو انگریزوں کا حمایتی ثابت کردکھائیں۔ یہ ان کے گھر کی بات ہے

ع الزام اوروں پہ لگاتے تھے قصور اپنا نکل آیا

البتہ یہ بات ضرور واضح ہوجاتی ہے کہ جو انگریز کا حمایتی ہے وہ یقیناً مسلمانوں کا دشمن ہے۔ علامہ خالد محمود صاحب دارالعلوم دیوبند کے بارے میں فرماتے ہیں:

بانیانِ دارالعلوم

''دارالعلوم دیوبند محدثین دہلی کے نظر وفکر کی نشاۃ ثانیہ تھی اسکے بانی اور پہلے سرپرست حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اور امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں باقاعدہ شریک تھے۔''

(ماہنامہ الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۰۷ فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

انگریزوں پر جان قربان کرنا شہادت ہے

محدثینِ دہلی سے مراد علامہ خالد محمود صاحب کی مولانا اسمٰعیل دہلوی اور انکے رفقاء کار ہیں۔ بیشک علمائے دیوبند انہی کے پیرو اور مقلد ہیں جو انگریزوں کی حمایت میں اپنی جان کی قربانی کو ارزاں جانتے اور ان پر جان دینے کو شہادت فرماتے ہیں۔ عاشق الٰہی صاحب میرٹھی جو رشید احمد صاحب گنگوہی کے خلیفہ ارشد ہیں فرماتے ہیں کہ:

انگریزوں کی حمایت میں قتل ہونیوالا شہید

''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت امامِ ربانی (رشید احمد

گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم
نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلٰحضرت حاجی (امداد اللہ)
صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ
بندوقچیوں (باغیوں) سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا
اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ
جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا
اور سرکار پر جان نثاری کیلئے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت و
جواں مردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر
سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں
تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے
گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں
ہوئیں اور حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ زیر ناف گولی
کھا کر شہید بھی ہوئے۔"

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، صفحہ ۷۴-۷۵)

قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید اور دیوبندی دھرم میں انگریز کی حمایت میں مرنے والا شہید۔ دیکھا آپ نے دیوبندی علماء سارے کے سارے اسمٰعیل دہلوی کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے

انگریزوں کو ''غیر متعصب سرکار'' کہا یہاں عاشق الٰہی صاحب اور ان کے پیر و مرشد انگریزوں کو سرکار کہہ رہے ہیں اور ان کی حمایت میں مارے جانے والے کو شہید فرما رہے ہیں۔ یہ بات تو یہاں ضمناً بیان کر دی گئی اس کا قدرِ مفصل حال انشاء اللہ آئندہ بیان کیا جائے گا لیکن ان عبارات سے علمائے دیوبند اور ان کے امام مطلق مولوی اسمٰعیل صاحب کا اپنی سرکار انگریز کی حمایت کرنا بخوبی واضح ہوگیا۔

انگریزوں کی سیاست

اسوقت انگریز اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کیلئے نئی نئی اسکیمیں سوچ رہا تھا وہ مسلمانوں کے خلاف تدبیریں سوچتا منصوبے بناتا گمراہ کن چالیں چلتا تھا۔ یہی ڈاکٹر خالد محمود صاحب رقم طراز ہیں کہ:

> ''۱۸۷۰ء وہائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکورہ کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوتِ خاص پر شریک ہوئے۔ اس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی ''ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا'' کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔''

رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولیئم

> مسلمانوں کا مذہبا عقیدہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے

زیرِ سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کیلئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کیلئے ہر لحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

(نوٹ: اسی جوشِ جہاد کو ختم کرنے کیلئے مولوی اسمٰعیل صاحب نے فرمایا تھا کہ ایسی بے رد ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں)

رپورٹ پادری صاحبان

''یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اسوقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کیلئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی

حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں ۔ وہ مرحلہ اور تھا اسوقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمراں ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن وامان بحال بھی ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔''

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وہائٹ ہاؤس لندن، منعقدہ ۱۸۶۹ء دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا)

(ماہنامہ ''الرشید'' دیوبند نمبر، صفحہ ۱۰۶-۱۰۷، فروری - مارچ ۱۹۷۶ء)

مسلمانوں میں غداروں کی تلاش

پادری صاحبان نے یہ کہہ کر صاف واضح کر دیا کہ برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں وہ مرحلہ اور تھا اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی۔

ظلی نبوت کے پرچار

سید احمد صاحب کو تلاش کر کے پیر بنایا گیا اور فوجی کاروائی کی گئی انکی ظلی نبوت کا سنگ

بنیاد رکھنے کیلئے اسمٰعیل صاحب نے ارشاد فرمایا:

''چونکہ آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتدائے فطرت سے جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لئے آپکی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر کے دانشمندوں کی راہ روش سے خالی تھی۔''

(صراط مستقیم، اردو مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۴)

یعنی سید احمد کی جہالت کا کمال ثابت کرنے کیلئے نبی الامی ﷺ کے ساتھ کمال مشابہت بتا رہے ہیں کہ وہ بھی اُمّی تھے یہ بھی اُمی ہیں۔

موئثر اسکیم

لارڈ میکالے نے ایک اسکیم بنائی جس کے اصول یہ ہیں:

۱) ہندوستان میں عیسائیت کی اعتقادی وفکری ترویج خواہ عیسائیت کے نام سے یا کسی اور نام سے۔

۲) ہندوستان میں لامذہبیت کا فروغ خصوصاً مسلمانوں میں اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔

۳) مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو بظاہر مسلمان بباطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو جو حاکم اور رعایا

میں ترجمان کا کام دے۔

(سیف حقانی بحوالہ روشن مستقبل صفحہ۱۰۱ تا ۱۰۳ ماخوذ برہان صداقت صفحہ۵۲)

انگریزوں کو ان اصولوں پر عمل کرنے کا میدان عالم دیوبند میں ملا جسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہاں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ اگر دارالعلوم دیوبند کی صحیح غرض مسلمانوں کی حمایت اور انگریز سامراج اور ان کے گمراہ کن نظریات سے مقابلہ کرنا تھا تو دارالعلوم دیوبند کا قیام ہی انگریزوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا یا کم از کم انگریز اس کی کبھی بھی حمایت نہ کرتا کیونکہ انگریزوں کے مقصد حیات و اسکیم ممات اسلام کیلئے یہ مدرسہ سدراہ ہوتا جس سے انگریزوں کی ساری اسکیم پر پانی پھر جاتا اور وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوتے مگر یہاں معاملہ ہی برعکس ہے کہ انگریز بذات خود اسکی پاسداری کرتا اور اسکی مدح سرائی کرتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند اور انگریز گٹھ جوڑ

چنانچہ ملاحظہ فرمایئے سوانح حیات محمد احسن نانوتوی، لکھتے ہیں:

''۱۳ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹینٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے مدرسہ کا معائنہ کیا (معائنہ کی عبارت کا یہ حصہ قابل غور ہے پامر لکھتا ہے) جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ

یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لیکر کرتا ہے یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے...... یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے۔''

(مولانا محمد احسن نانوتوی ،صفحہ ۲۱۷ ،ماخوذ ''زلزلہ'' صفحہ ۱۴۱)

دارالعلوم دیوبند انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا مرکز ہے۔

برادرانِ گرامی سوچیئے اور سر دھنئے کہ کالجوں میں انگریز کونسی خدمت دینِ اسلام اور مسلمانانِ ہند کی حمایت کر رہا تھا نیز پادریوں کی رپورٹ سے انگریزوں کی عداوت اور اسلام دشمنی تو بالکل واضح ہو چکی تھی کہ مسلمان اگر عیسائی نہ بن سکیں تو مسلمان بھی نہ رہیں۔ لہٰذا مسلمانوں میں ایک جماعت ہو جو بظاہر مسلمان اور بباطن گورنمنٹ انگلشیہ کی وفادار ہو۔ یہ فریضہ باحُسنِ خوبی علمائے دیوبند نے انجام دیا۔ چنانچہ یہاں سے انگریز حکومت کو باور کرایا جا رہا ہے کہ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافقِ سرکار اور ممد و معاون سرکار ہے۔

راویانِ دیوبند کے معتبر اور معتمد راوی سید محبوب صاحب رضوی نے بھی اصل حقیقت کا اعتراف کیا اور دشمنِ دین و ایمان و عدوئے جان پامر کی رپورٹ کو اسطرح نقل کیا

''جان پامر لکھتا ہے کہ صوبہ متحدہ کے گورنر سر جان اسٹریچی

کے حکم سے میں ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) کو اتوار کے دن اس مدرسہ (دارالعلوم) میں پہنچا۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دیوبند نمبر صفحہ ۱۹۴ فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پروفیسر ہزار روپیہ لیکر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ میں کر رہا ہے۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور، دیوبند نمبر صفحہ ۱۹۶)

غور فرمایئے کیا انگریزوں نے کالجوں کو اسلام کی خدمت کیلئے قائم فرمایا جاری رکھا؟ اور ہزاروں روپیہ کا خرچ برداشت کیا؟ نہیں صرف اپنے اصول کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کیا اور وہی کام یہاں دارالعلوم دیوبند میں علمائے دیوبند کوڑیوں میں کر رہے ہیں۔ سید محبوب صاحب رضوی فرماتے ہیں:

"دارالعلوم جس زمانے میں قائم ہوا اسوقت برطانوی حکومت مسلمانوں سے سخت بدظن اور بدگمان تھی اور ان کے ہر قول وفعل کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے دارالعلوم کی نسبت عرصہ تک خفیہ اور اعلانیہ تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۵ء) میں صوبہ

> متحدہ کے گورنر سر جان اسٹریچی نے ایک معتمد خاص جان
> پامر کو اس غرض سے خفیہ طور پر دارالعلوم میں بھیجا کہ وہ
> تحقیقات کر کے رپورٹ دے کہ دارالعلوم کے قیام کا مقصد
> کیا ہے اور مسلمان علماء دارالعلوم کے پسِ پردہ کس فکر وعمل
> میں مصروف ہیں۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، صفحہ ۱۹۳۔۱۹۴، فروری-مارچ ۱۹۷۶ء)

دارالعلوم دیوبند عقائد باطلہ کا مرکز

انگریز تو چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اسلام کو مٹا دے اسلئے اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر کوئی مسلمان عیسائی نہ بن سکے تو مسلمان بھی نہ رہے۔ دارالعلوم کے قیام سے ان کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ مدرسہ ہمارے مقاصد میں سد راہ تو نہ بنے گا اسلیئے فکر ہوئی اور خفیہ و اعلانیہ تحقیقات کرانے کے بعد جب رپورٹ مل گئی کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے تو گورنمنٹ برطانیہ نہ صرف مطمئن ہو گئی بلکہ مدرسہ کی سرپرستی شروع کر دی۔ دارالعلوم دیوبند نے اپنی سرکار انگریز کی ایسی خدمت کی جو بڑے بڑے پروفیسر اور پرنسپل نہ کر سکے۔ یہ خدمت انھوں نے مفت انجام دی بلکہ کھایا مسلمانوں کا اور کام کیا انگریزوں کا۔ یعنی چندہ مسلمانوں سے لیتے اور اسلامی عقائد کے خلاف عقیدے رواج دینے میں صرف کرتے۔ کیا انگریزوں کا کوئی کالج ہے جس میں عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف اسکیم چلائی گئی ہو؟ نئے

نبی کے پیدا ہونے کا امکان بتایا گیا ہو؟ کسی کا مصنوعی رسالت کا کلمہ پڑھایا گیا ہو؟ یہ اور اس جیسے اور بہت سے عقائد منافی اسلام سرزمینِ دیو بند کے دارالعلوم سے پیدا ہوئے۔ مثلاً محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیو بند کا رسالہ **تحذیر الناس** بحر بیکراں اپنی پوری توانائی کے ساتھ اٹھا اور گویا ہوا:

> ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں **و لکن رسول الله و خاتم النبیین** فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔''

(تحذیر الناس صفحہ ۲۔۳ کتب خانہ اعزازیہ دیو بند و ماہنامہ خالد دیو بند بابت ماہ ربیع الاول ۵۸ھ صفحہ ۱۹)

پھر آگے لکھا

> ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔''

(تحذیر الناس، صفحہ ۲۴، ماہنامہ خالد دیو بند بابت، جمادی الثانی ۵۸ھ، صفحہ ۴۰)

یہ نرالا فیض تقریباً ایک صدی سے ابتک برابر جاری ہے۔ کتاب ''تحذیر الناس'' طبع شدہ اب بھی دستیاب ہے جو چاہے مطالعہ فرمائے۔ اسی طرح قطب عالم دیو بند

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فیض اجل ''براہین قاطعہ'' کی صورت میں ہنوز جاری ہے براہینِ قاطعہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ (معاذاللہ) رسول اللہ ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ براہینِ قاطعہ چیخ رہی ہے کہ علمِ محیط زمین شیطان کیلئے نص سے ثابت ہے مگر رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت کرنا شرک ہے۔ ''براہینِ قاطعہ'' کا اعلان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علمائے دیو بند کے طفیل اردو بولنا آ گیا۔ ''براہینِ قاطعہ'' کہہ رہی ہے کہ امکانِ کذب کا مسئلہ (یعنی خدا کے جھوٹ بولنے کا امکان) تو اب کسی نے جدید نہیں نکالا۔

اسی طرح جامع المجد ددین مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے فیوض و برکات کا سیاہ دریا موجیں مار رہا ہے۔ رسالہ ''حفظ الایمان'' بانگِ دہل کہہ رہا ہے:

> ''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے (چند سطور بعد لکھتا ہے) اگر تمام علومِ غیب مراد ہیں اسطرح کہ اسکی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان (باطل ہونا) دلیلِ نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔''

(حفظ الایمان ،صفحہ ۷ مکتبہ تھانوی، بندر روڈ، کراچی)

مولوی اشرف علی کی رسالت (کلمہ) کا بیان

دریائے بغض وعناد میں جوش آیا موجوں کے ساتھ رسالت کے موتی لایا۔ رسالہ ''الامداد'' میں ایک حکایت کو وضع فرمایا اور اپنے بندۂ بیدام کی جانب سے تحریر فرمایا:

''رسالہ حسن العزیز کو اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لاالـہ الا اللہ محمدرسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمدرسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی) کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے مگر زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (اشرف علی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی

طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالتِ بیداری میں کلمۂ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے با ایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمۂ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولنا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقتِ رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور (اشرف علی) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ)

(رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ امداد المطابع تھانہ بھون)

مریدکلمہ میں اشرف علی رسول اللہ (معاذاللہ) کہتا ضرور تھا مگر غلطی کا احساس تھا ڈر رہا تھا خوفزدہ تھا مگر پیر صاحب اشرف علی نے رجسٹری کردی کہ اس واقعہ میں تسلی تھی پس حصولِ تسلی کیلئے دیوبندی یہی کلمہ پڑھا کریں اور اشرف علی تھانوی کی رسالت و نبوت کا اقرار کرتے رہیں۔معلوم ہوا کہ انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا مرکز دارالعلوم دیوبند ہے جس کے ثبوت میں یہ چند مثالیں بطور نمونہ حاضر خدمت ہیں

انگریزوں کی حکمت عملی کا آغاز

نیز پادری صاحبان کی رپورٹ میں جو کہا گیا کہ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوں جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنیکو تیار ہو جائے ...... جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔الــــخ چنانچہ پادری صاحبان کی تجاویز کے مطابق غداروں کی ایک کھیپ تلاش کے بعد مل گئی جن میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے سید احمد کی نبوت کی تمہید باندھی اور تحریر فرمایا :

> ''چونکہ آپ (سید احمد) کی ذات والا صفات ابتداء فطرت سے جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی...... الخ

مولوی محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند نے ختم نبوت کے انکار میں ایک رسالہ لکھا اور لکھ دیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتم محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

اس کے علاوہ مولوی اشرف علی تھانوی کی رسالت کا نعرہ لگایا گیا۔ ان واقعات و حالات کے پیشِ نظر سچے مسلمان اور اہلِ ایقان میں علماء دیو بند کے خلاف سخت نفرت پیدا ہوگئی جس کی بنا پر علماء دیو بند اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ مسلمانوں کو اپنا دشمن جانی بنا لیا۔ تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر محمد ذکریا محدث سہارن پوری تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس سے کس کو انکار ہوسکتا۔ ہے کہ بمبئی شہر میں علما حقہ (دیوبندیوں) میں سے تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہوسکتا تھا حضرت حکیم الامت (اشرف علی تھانوی) کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لیجانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کرلیا اور حضرت (تھانوی) پر حملہ کیا میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت (تھانوی) کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔ ۳۸ھ میں جب حضرت سہارنپوری تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لیجا رہے تھے یہ ناکارہ بھی اس میں ہمرکاب تھا تو اہلِ بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا

گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علماء دیوبند کا بمبئی
میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ
بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا
معلوم ہوجاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا''
(تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اوران کے مفصل جوابات صفحہ ۳۴)

غور طلب یہ امر ہے کہ جملہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہوجاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا تو کیا پورا شہر بمبئی شری اور فسادی تھا مگر یہ دیوبندی دھرم کا طرہ امتیاز کذب وافترا ہے کہ سچے مومن پکے مسلمانوں کو شری بنارہے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء دیوبند ہی کیلئے یہ شدت غیظ اور غم وغصہ کیوں؟ اس کے وجوہ وہی ہیں جو مذکور ہوئے، بمبئی شہر میں علماء اہلسنت بکثرت تشریف لیجاتے اور اہلِ بمبئی ان کی خاطر و مدارات اور تعظیم وتکریم میں بیحد مبالغہ کرتے اور بباض چشم زیر پاء بچھاتے۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے یہ علماء کرام حضور ﷺ کے وفادار غلام اور دین وملت کے محافظ ونگہبان تھے اور علماء دیوبند حضور اکرم سیدِ عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کرتے اور دین وملت کے خلاف بغاوت کرتے اور انگریزی سامراج کی حمایت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے اور انگریز پادری صاحبان کی تجاویز کو اپنا مقصدِ حیات سمجھتے اور اس پر عمل کرتے اور مسلمانوں کو مرتد و بے دین بنانے میں پیش پیش رہتے تھے۔

بہرکیف انگریزی سرکار کی من چاہی مراد اور لارڈ میکالے کے اصولوں کو پھلنے

پھولنے کا دارالعلوم دیوبند میں اس نوعیت سے اہتمام کیا گیا کہ عام مسلمان بھی بدظن نہ ہوں اور انگریز سرکار بھی راضی رہے جب ہی تو پامر نے انگریز سرکار کو یہ لکھ کر مطمئن کردیا کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے۔ نیز علمائے دیوبند کے اہلِ کشف حضرات نے بھی اس امر کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ مولوی مناظر احسن گیلانی اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> "یہ ان ہی دیوانؔ جی کے مکاشفہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے بھی نقل کیا جاتا ہے لکھتے ہیں کہ "مثالی عالم میں ان پر منکشف ہوا کہ دارالعلوم کے چاروں طرف ایک سرخ ڈورا تنا ہوا ہے آپ اپنے اس کشفی مشاہدہ کی تعبیر خود یہ فرماتے ہیں کہ نصرانیت اور تجدد کنادی کے آثار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے نمایاں ہوگئے۔"

(سوانح قاسمی، جلد دوم، صفحہ ۲۷۳، ماخوذ زلزلہ، صفحہ ۴۸)

دارالعلوم دیوبند الہامی مدرسہ ہے اور منجانب اللہ انگریزوں کی حمایت کیلئے وجود میں آیا

اب دارالعلوم دیوبند کی کہانی پڑھیے۔ قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

> "اس مدرسہ کے اصول بھی الہامی ہیں کسی رسمی مشورہ

مفاہمت کا نتیجہ نہیں۔''

(ماہنامہ''الرشید''لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۸ فروری مارچ ۱۹۷۶)

قاری صاحب نے بہت ہی پتہ کی بات بتائی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انگریزوں کی حمایت فرمارہا تھا اس لئے دارالعلوم دیوبند کے قیام کی طرف غیبی اشارات ہوئے اور اس کے اصول بھی از جانب غیب وضع فرمائے گئے تاکہ انگریزوں پر اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت کا ثبوت واضح ہو جائے اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ علمائے دیوبند محض اللہ کی خوشنودی کیلئے اپنی سرکار انگریز کے خدمت گار تھے اور ان کی جانب سے لڑنا یعنی مسلمانوں سے جہاد کرنا (جیسا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا) اور ان کی حمایت میں قتل ہو جانا شہادت پانا (جیسا کہ حافظ ضامن نے شہادت پائی) سمجھتے تھے اور اس خیال کو مزید تقویت دینے کیلئے اور حکایات بھی بیان کیں مثلاً سوانح قاسمی کا مرتب لکھتا ہے:

خضر علیہ السلام اور انگریزوں کی حمایت

''انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودھری کا نام لیکر جو باغیوں کی فوج کی

افسری کر رہا تھے کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔''

(حاشیہ سوانح قاسمیہ جلد دوم صفحہ ۱۰۳ ماخوذ زلزلہ صفحہ ۳۴)

غور طلب امر یہ ہے کہ انگریزوں سے لڑنے والوں کو باغی بتایا جا رہا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام کو انگریزوں کی صفوں میں بتایا جا رہا ہے یہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی تھے کہ پہلے سے نہ جان سکے اور اپنا نام باغیوں کی فہرست میں لکھا بیٹھے مگر دارالعلوم دیوبند کا ہر خادم صاحب کشف ہے اس سے ایسی غلطی کیونکر ہو سکتی تھی وہ شروع ہی سے اپنی سرکار انگریز کے خدمت گزار اور جان نثار رہے اور حافظ ضامن صاحب نے تو باقاعدہ ہاتھوں سے جہاد کر کے شہادت پائی جسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک قصہ اور سن لیجئے بیان کیا جاتا ہے

خضر علیہ السلام انگریزوں کے گھوڑوں کی خدمت پر مامور تھے

''غدر کے بعد جب گنج مرادآبادی کی ویران مسجد میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریزی فوج گزر رہی تھی۔ مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک

مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ کھونٹے وغیرہ گھوڑے کے لئے ہوئے تھا اس سے باتیں کر کے مسجد میں واپس آ گئے۔ اب یہ یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے۔''

(حاشیہ سوانح قاسمی، جلد دوم، صفحہ ۱۰۳، ماخوذ زلزلہ صفحہ ۴۳۔۴۴)

ایسے واضح غیبی احکام کے بعد اگر علماء دیو بند اپنی سرکار انگریز کی پاسداری اور ان پر جاں نثاری نہ کرتے تو بجا طور پر خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بنتے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کو خدا نے انگریزوں کی (معاذاللہ) خدمت کیلئے مقرر و مامور فرما دیا۔ اسی باعث علماء دیو بند انگریزوں کے قدموں پر جان دینے کو شہادت کا درجہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ بخشی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مدرسہ دیو بند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پینشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔''

(حاشیہ سوانح قاسمی جلد دوم صفحہ ۲۴۷ ماخوذ زلزلہ صفحہ ۴۱)

دارالعلوم دیوبند کا ہر خادم ولی کامل تھا

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اپنے والد کا قول نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے ایک چپراسی سے لیکر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر ہر شخص صاحب نسبت ولی کامل تھا۔"

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

یعنی ان کو انگریزوں سے کامل ولایت حاصل تھی اور ہر ایک اپنی سرکار عادل کا ولی کامل تھا۔

کذب خالص

اب آگے دارالعلوم دیوبند کی کہانی سنئے۔ قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

"اجرا مدرسہ کے بعد یہ مدرسہ مختلف مسجدوں اور پھر کرایہ کے مکانات میں چلتا رہا سات آٹھ برس کے بعد جب طلباء کی کثرت ہوئی اور رجوع عام ہوا تو ضرورت پیش آئی کہ مدرسے کا کوئی اپنا مستقل مکان ہونا چاہیے تو یہ جگہ اور اس کے حصے جہاں آج دارالعلوم کی وسیع عمارت کھڑی ہوئی

ہیں تحریک و ترغیب کے بعد مدرسے کے لیئے دینے شروع کئے بعض نے بقیمت اور بعض نے حسبتہ للہ جس سے ایک بڑا قطعہ مدرسہ کے ہاتھ آ گیا یہ جگہ عموماً شہر کا میلا پونے اور کورپون کی جگہ (غلاظت کی جگہ) تھی دارالعلوم کے قیام سے تقریباً ایک صدی یا کم وبیش پہلے یہاں سے حضرت سید احمد شہید بریلوی مع اپنے رفقاء مجاہدین کے گزرے تو فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی بو آتی ہے جس کا ظہور سو سال بعد ہوا اور اسی گندگی کی جگہ سے بالآخر ۱۸۰۸ء کے بعد علوم نبوت کی اشاعت اور ترویج شروع ہوئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دارالعلوم کی جگہ کا انتخاب بھی الہامی ہے یا اشاراتِ غیب پہلے سے منتخب تھی اور آخر کار اسی جگہ پر ان اہلِ اللہ کا قرعہ فال پڑا اور اس میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی۔"

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۸ فروری مارچ ۱۹۷۶)

قاری محمد طیب صاحب حلقہ دیوبند کے معتبر راوی اور مشہور و معروف عالم ہیں ان کے اس بیان کو سمجھنے کیلئے اسکا تجزیہ کرنا ضروری ہوا۔

اولاً ...... قاری صاحب اشاعت علوم کی تاریخ ۱۸۰۸ء بیان فرماتے ہیں حالانکہ

اس سے پہلے اسی مقالہ میں قیام مدرسہ کی تاریخ ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء تحریر فرمائی ہے اور بقول ان کے ۷۔۸ برس کے بعد جب طلباء کی کثرت ہوئی تو یہ خیال پیدا ہوا کہ مدرسہ کا کوئی اپنا مستقل مکان ہونا چاہئے پھر تحریک چلی جگہ ملی، عمارت بنی اور پھر اس میں مدرسہ منتقل کیا گیا تو اشاعت علوم کا سلسلہ یہاں سے شروع ہوا تو ۱۸۶۶ء کے اتنے عرصے بعد ۱۸۰۸ء کیسے ہوگیا۔ کتابت کی غلطی کا بھی امکان ہوسکتا ہے۔

ثانیاً...... اس گندی اور متعفن جگہ سے جہاں شہر کا میلا جمع کیا جاتا تھا سید صاحب کو قیامِ دارالعلوم سے ایک سو سال پہلے (جسوقت وہاں غلاظت وگندگی کا ڈھیر تھا) علم کی بو آئی جسکو سید صاحب نے خود بیان کیا کہ مجھے یہاں سے علم کی بو آتی ہے یہ سید صاحب کا کشف اور غیب دانی کا بیان ہے کہ سو سال پہلے امورِ غیبیہ کو جان لیا اور قاری طیب صاحب نے اسکی تصدیق فرما کر لکھ دیا کہ "جسکا ظہور سو سال بعد ہوا"۔

قاری طیب پر اسمٰعیلی شرک کا فتویٰ

طیب صاحب نے یہ نہ دیکھا کہ ان کے امامِ اعظم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی تو اس کو شرک فرماتے ہیں کہ:

> "کسی انبیاء اولیاء یا امام یا شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ پیغمبر خدا ﷺ کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

قاری صاحب تو سید صاحب کے ایک سو سال پہلے جان لینے کی بات کرر ہے ہیں اسمٰعیل صاحب حضور اکرم سید عالم ﷺ کیلئے کل کی بات جان لینے کا بھی انکار کرتے ہیں، ایک حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

''کچھ چھوکروں نے گانے میں پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ بات کہی کہ ہم میں ایک نبی ہے کہ جانتا ہے کل کی بات''

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

اس پر یہ ریمارک کہ:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء اولیاء یا امام یا شہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۴۱)

اور لکھتے ہیں :

''سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۴۰)

اور لکھتے ہیں:

''اللہ صاحب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی باتیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۳۶)

اور لکھتے ہیں:

''اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے......
پھر خود یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دیے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح سے شرک ثابت ہوتا ہے۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

خدا اور غیر خدا کا فرق

عبارات مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر خدا کے لیئے غیب دانی کا ثبوت شرک ہے لیکن یہ غیب سید صاحب کو حاصل ہے۔ کل کی بھی نہیں بلکہ سو سال قبل جان لینے کی اگر قاری طیب صاحب اسکی تطبیق اور توجیہہ یوں فرما دیں تو البتہ اس شرک اسمٰعیل صاحب سے نجات بھی مل جائیگی اور بات بھی بن جائیگی کہ اسمٰعیل صاحب نے غیر خدا کیلیئے ثبوت علم غیب کو شرک کہا اور سید صاحب غیر خدا نہیں تو سب کام ٹھیک ہو جائے کیونکہ نفی غیر کی ہے اور سید صاحب غیر نہیں بلکہ (ان کے نزدیک، معاذاللہ) عین خدا ہیں :

کذب صریح پر تبصرہ

ثالثاً......قاری صاحب فرماتے ہیں کہ جس کشف اور غیب کی خبر سید صاحب نے دی

اس کا ظہور سو سال بعد ہوا۔ حالانکہ تاریخ قیام دارالعلوم ۱۸۶۶ء ہے اور اس جگہ پر عمارت وغیرہ ایک مدت کے بعد تعمیر کی گئی جسکا ذکر گزرا۔ اور سید صاحب کی تحریک جہاد کے آغاز کے بارے میں ماہ نو کراچی میں ہے:

''ہزار ہا مومن حضرت سید احمد شہید بریلی کی ندائے جہاد پر لبیک کہتے ہوئے ان کے پرچم تلے اکھٹے ہو گئے اور ۲ دسمبر ۱۸۲۶ء کو ظالم سکھوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔''

(ماہِ نو کراچی تحریک پاکستان نمبر صفحہ ۲۵-۲۶)

سید صاحب کے جہاد کے لیئے روانہ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''۱۸۲۵ء میں سید صاحب شاہ صاحب اس فیصلہ کن جہاد کی راہ پر چل پڑے انکی معیت میں سات ہزار سرفروش مسلمان تھے''

(ماہنامہ ''ماہِ نو'' کراچی خاص نمبر بیادگارِ تحریکِ آزادی صفحہ ۲)

مولوی عبدالرحمن گیلانی فرماتے ہیں:

''حج سے واپسی کے بعد آپ (اسمٰعیل) نے سید صاحب کی معیت میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں کا دورہ فرمایا اور بے شمار مخلوق آپ سے فیضیاب ہوئی ۱۲۴۱ھ میں آپ نے جہاد کی غرض سے اپنے وطن مالوف کو خیر آباد کہا

اورسید صاحب کے ساتھ یاغستان ہجرت فرمائی"

(مقدمہ تقویت الایمان صفحہ ٦ مطبوعہ وسن پورہ لاہور)

پس ١٨٢٦ء نہ سہی ١٨٢٥ء ہی کو سید صاحب روانہ ہوئے ہیں اور اثنائے راہ میں اس گندی جگہ پر یہ بشارت سناتے ہیں جسکا آغاز ١٨٦٦ء میں ہوا تو اس اعتبار سے درمیانی مدت اکتالیس سال ثابت ہوئی مگر قاری صاحب اس کو سو سال سے زیادہ تحریر فرمارہے ہیں ۔ یہ ہے قاری صاحب کے صدق و دیانت کی واضح دلیل ۔ آگے داستان دارالعلوم دیوبند ملاحظہ ہو، قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

جائے غلاظت پر حضور ﷺ کا نشاندہی فرمانا

"حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی قدس سرہ مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند (یہ نقشبندی خاندان کے اکابرین سے تھے صاحب کشف ارادات اور صاحب کرامت بزرگ تھے) کے زمانہ اہتمام میں عمارت مدرسہ تجویز ہوئی اور اس کی پہلی بنیاد کھود کر تیار کی گئی اور وقت آگیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت اٹھائی جائے کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر حضرت

اقدس نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور عصا ہاتھ میں ہے حضور نے مولانا سے فرمایا شمال کی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں سے ہونی چاہئے تاکہ مدرسے کا صحن وسیع رہے (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) مولانا علیہ الرحمۃ خواب دیکھنے کے بعد علی الصبح بنیادوں کے معائنے کے لیئے تشریف لے گئے تو حضور ﷺ کا نشان لگایا ہوا اسی طرح بدستور موجود تھا مولانا نے پھر نہ میجروں سے پوچھا نہ کسی سے مشورہ کیا اسی نشان پر بنیاد رکھوادی۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۷۸ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

اس سے مدرسہ کی عظمت کا حال بخوبی واضح کہ حضور اقدس ﷺ بذات خود اس کام میں شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا خادم بھی معصوم ہے

قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

"اس دارالعلوم کا سنگِ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو تمام اہلِ اللہ

اور اکابرین جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک عجیب بشاشت وکیفیت کا نور موجزن تھا سنگِ بنیاد میں جس سے پہل کرنے کو کہا جاتا تو وہ یہی کہتا نہیں فلاں صاحب سے ابتدا کرائی جائے وہ ہم سب کے بڑے اور اسکے اہل ہیں گویا بے نفسی کا یہ حال تھا کہ اپنے کو کم تر سمجھ کر کوئی بھی آگے نہیں بڑھتا تھا بالآخر اینٹ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے رکھوائی گئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت نانوتوی نے حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا اور فرمایا کہ یہ وہ شخص ہیں جنہیں صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہ آیا تو انھوں نے حضرت محدث سہارنپوری کے ساتھ اینٹ رکھی"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۳۹ فروری مارچ ۷۶ء)

ہے کوئی جو قاری طیب صاحب سے پوچھے کہ حضرت تمام اہل اللہ سے مراد ساری دنیا کے اہل اللہ ہیں یا سارے ہندوستان کے پھر وہ کون سا علم یا ولایت ہے جس سے آپ نے جان لیا کہ تمام اہل اللہ جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک عجیب بشاشت وکیفیت کا نور موجزن تھا ان کے قلوب کی نورانی کیفیت کو آپ نے کیسے دیکھ لیا، کیا یہ غیب نہیں ہے؟ میاں جی منے شاہ کی ساری زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے موت تک کے نہ سہی اس وقت تک کے ہی سہی ان کا ہر عمل اعلانیہ اور خفیہ

احوال واقوال ہی پر موقوف نہیں بلکہ ان کے خیالات وتصورات کا بھی احاطہ فرمالیا اور ان کو ایسا معصوم بتایا کہ انھیں گناہ صغیرہ کا بھی تصور کبھی نہیں آیا۔ آپ کے اکابر تو اس غیب دانی کو شرک فرماتے ہیں اور قائل کو مشرک کہتے ہیں دیکھئے آپکے امام اول مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

شرک کا فتویٰ

''جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری وتندرستی، کشائش وتنگی، مرنا جینا، غم وخوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال ووہم میرے دل سے گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہوجاتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

پھر اس سے آگے لکھتے ہیں:

''یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

میاں جی منے شاہ صاحب کا حال اور وہم وگماں جو بھی ان کے دل پر گزرتا ہے اسکی

نانوتوی صاحب کوتو ہر آن خبر ہے اگر خبر نہیں تو اس جزم کے ساتھ کیسے فرمادیا کہ انہیں صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہ آیا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں

”کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت کے کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر“

(تقویت الایمان صفحہ ۸۲)

گویا رسول اللہ ﷺ کو کچھ خبر نہیں مگر دیوبندی علماء کو ہر چیز کی نہیں بلکہ اراداتِ دل کی بھی خبر ہے۔

الحاصل ۔اکابرین علمائے دیوبند کے نزدیک (معاذاللہ) رسول نادان بے خبر ہیں رسول کو کیا خبر مگر دارالعلوم دیوبند کا خدمتگار سب کچھ جانتا ہے اس سے کوئی شے کوئی کیفیت پوشیدہ نہیں۔ استعفر اللہ العظیم

نبی سے دیوبندی کا موازنہ

یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ حضرت میاں جی منے شاہ ایسے معصوم ہیں کہ جن کو

کبھی گناہ صغیرہ کا تصور بھی نہیں آیا حالانکہ علماء دیوبند انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم کو بھی لغزشوں سے متہم کرتے اور گناہ گار بتاتے ہیں۔ جامع المجدین دیوبند حکیم الامتہ تھانہ بھون مولوی اشرف علی صاحب، سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اور اس عورت (زلیخا) کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجے میں) جم ہی رہا تھا اور ان (یوسف علیہ السلام) کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا''

(ترجمہ قرآن مجید اشرفعلی پارہ ۱۲۔ سورۃ یوسف آیت ۲۴)

مردان حلقہ دیوبند میں ہے کوئی ایسا بہادر جو ہمت کر کے ذرا تھانوی صاحب سے معلوم کرے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس عورت کا معاذاللہ کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا یہ کس کلمہ کا ترجمہ بیان فرمایا مگر میں جانتا ہوں کہ تھانوی صاحب اور ان کی پوری ذریت دیوبند کو اس سے کوئی غرض نہیں کلمہ نہ سہی نہ سہی تھانوی صاحب کی ہمت تو دیکھئے کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں زلیخا کا خیال پیدا تو کر دیا اگر چہ کچھ کچھ ہی سہی مگر خیال تو آیا اور اس کے مقابل حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کے دل میں تو کبھی گناہ صغیرہ کا بھی خیال نہ آیا نتیجہ یہ نکلا کہ خدام مدرسہ دیوبند کو وہ مرتبہ حاصل ہے جو معاذاللہ انبیاء مرسلین کو بھی حاصل نہیں۔ اس میدان میں مولوی اشرف علی صاحب تنہا ہی نہیں بلکہ تمام دیوبندان کا شریک حال ہے۔ ہے دنیائے دیوبند میں کوئی مرد

مجاہد و غازی میدان جس نے ان گستاخانہ عبارات کا نوٹس لیا ہو؟ احتجاج کیا ہو؟ کوئی نہیں بلکہ سب اسکی تائید اور تصدیق ہی کرتے رہے۔ دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن سے پوچھو وہ فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی

''اور البتہ عورت (زلیخا) نے فکر کیا اس (یوسف) کا اور اس (یوسف) نے فکر کیا عورت (زلیخا) کا''

(ترجمہ قرآن مجید مولوی محمود الحسن یہی مقام مطبوعہ تاج کمپنی نمبر ۱۳۱، صفحہ ۴۱۰)

مولوی شبیر احمد عثمانی اسکی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں:

''یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت و میلان بے اختیار پیدا ہوا''

(حاشیہ قرآن مجید آیت مذکور)

معلوم ہوا کہ رغبت و میلان پیدا ضرور ہوا اگرچہ بے اختیاری میں مگر حضرت میاں جی منے شاہ کا مرتبہ معاذاللہ ان سے بہت بلند و بالا ہے کہ کبھی کسی حال میں خطرہ گناہ صغیرہ نے بھی حاشیہ قلب میں کسی طرح بھی رسائی نہ پائی۔

پھر یہ بات صرف یوسف علیہ السلام ہی تک محدود نہیں بلکہ علماء مدرسہ دیوبند کی جس نبی پر بھی نظر پڑی عیب سے بری نہ پایا۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سیدنا آدم

علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے"

(ترجمہ قرآن مجید پارہ ۱۶۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۱ مطبوعہ تاج کمپنی نمبر ۶۲ صفحہ ۳۶۰)

مولوی محمود الحسن شیخ الہند دیوبند فرماتے ہیں:

"حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا"

(ترجمہ قرآن کریم محمود الحسن یہی مقام تاج کمپنی نمبر ۱۲۱ صفحہ ۵۵۴)

پس علماء دیوبند نے انبیاء کرام علیہم السلام کی لغزشوں کو نص سے ثابت کر دیا مگر میاں جی منے شاہ صاحب، گناہ تو بہر حال گناہ ہے، گناہ کے خیال سے بھی پاک ہیں۔

دارالعلوم سراپا نور ہے

اب آگے دارالعلوم کی داستان سنئے۔ قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اولین صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کا مکاشفہ اپنے بزرگوں سے بار بار سننے میں آیا کہ میں دارالعلوم کی وسطی درسگاہ نو درہ سے عرش تک نور کا مسلسل سلسلہ دیکھتا ہوں جس میں کہیں بھی بیچ میں فصل یا انقطاع نہیں"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۰ فروری مارچ ۷۶ء)

انصاف انصاف للہ انصاف ذرا ان عبارات کا مقابلہ تو کیجئے کہ سید المحبوبین محمد ﷺ تو علماء دیوبند کے نزدیک آدمی کے قلبی ارادات بلکہ حاضر حالات اور ایک درخت کے پتوں کی تعداد بھی نہیں جانتے صاف لکھ دیا ''رسول کو کیا خبر'' مگر دارالعلوم دیوبند کے ایک ادنیٰ خادم سے عرش بھی پوشیدہ نہیں وہ زمین نو درہ دیوبند سے عرش اعظم تک نور کی کیفیات کو دیکھ رہا ہے اور علماء دیوبند اسکی تصدیق فرما رہے ہیں اگر کوئی یہی بات محمد ﷺ کی شان میں کہہ دیتا تو قیامت آ جاتی، ملت دیوبندیہ اسکو مشرک اور مرتد بنا ڈالتی۔

دارالعلوم کی زمین بھی مشکل کشا ہے

قاری طیب صاحب مزید فرماتے ہیں:

> ''اس لئے بزرگوں کا بلکہ خود اپنا بھی تجربہ یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ جو بہت سے مطالعے سے بھی حل نہیں ہوتا اس درسگاہ میں بیٹھ کر پڑھنے سے حل ہو جاتا ہے اور اس میں شرح صدر نصیب ہوتا ہے۔''

(ماہنامہ 'الرشید' لاہور مذکورہ صفحہ ۱۴۰ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

معلوم ہوا کہ درسگاہ دیوبند میں بیٹھنے سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اور شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے۔ پس درسگاہ دیوبند مشکل کشا بھی ہے اور کشاف الصدور بھی ہے مگر مولیٰ

علی ﷛ کو مشکل کشا کہنا یا محمد رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا علماء دیوبند کے نزدیک شرک ہے مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

''مرادیں پوری کرنی حاجت برلانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء کی پیر شہید کی شان نہیں جو کوئی کسی اور کو ایسا تصرف ثابت کرے......سو مشرک ہو جاتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

پھر اس کے آگے لکھتے ہیں:

''پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے''

(تقویت الایمان صفحہ ۲۱)

غور طلب یہ امر ہے کہ اس درسگاہ کو نسبت ہے ''درس'' سے اور ''درس'' کو نسبت ہے ''مدرس'' سے اتنی نسبتوں کے بعد اس کے فیض کا یہ عالم ہے کہ جو بھی مشکل مسئلہ ہو وہاں بیٹھ جانے سے حل ہو جاتا ہے اور شرح صدر بھی ہو جاتا ہے تو علماء مدرسہ دیوبند کا مرتبہ کتنا عظیم ہوگا۔

دارالعلوم مغفرت کی جگہ ہے

قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا یہ بھی مکاشفہ ہے کہ درسگاہ نودرہ کے سامنے صحن میں درسگاہ کے ایک دوگز کے فاصلے پر اگر کسی جنازے کی نماز پڑھی جائے تو وہ مغفور ہو جاتا ہے اس لئے اس احقر (محمد طیب) نے اس جگہ کی تشخیص کے بعد اس پر سیمنٹ کا ایک چوکھٹا (نشان) بنوایا ہے اور اس پر جنازہ رکھ کر خواہ شہری ہو یا متعلقین مدرسہ ان کے جنازے کی نماز پڑھی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جگہ کی مقبولیت صرف تعلیم تک اور صرف متعلقین مدرسہ تک محدود نہیں بلکہ عوام بھی اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں خواہ مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں **هم القوم لا يشقى جليسهم**.''

(ماہنامہ ''الرشید'' دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۰ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

قاری طیب صاحب نے پہلے تو دنیاوی مشکلات کیواسطے اس درسگاہ کی جانب حکم فرمایا کہ یہاں مشکل حل ہو جاتی ہے مشکل سے مشکل مسئلہ جو بہت مطالعہ سے بھی حل نہیں ہوتا وہ یہاں درسگاہ میں بیٹھ کر پڑھنے سے حل ہو جاتا ہے یہ دنیاوی ''مشکلات'' اور

ظاہری صعوبات کا حل تھا، اب عالم آخرت کی مشکلات کا حل بتایا جارہا ہے کہ اس معروف جگہ پر کسی کا بھی جنازہ پڑھا جائیگا وہ مغفور ہو جاتا ہے اور یہ بات اظھــر مــن الشــمــس ہے کہ اگر میت مغفور ہوتی ہے تو طلب مغفرت کی کیا حاجت ظاہر ہے وہ مغفرت سے محروم ہوگا جب ہی تو حصولِ مغفرت کیلئے اس درسگاہ میں لائی گئی پھر یہ بھی کوئی تخصیص نہیں کہ کس قسم کا گنہگار ہو بلکہ صلائے عام ہے کہ کسی قسم کا مجرم گنہگار شقی نابکار ہو اس کو صحن مدرسہ میں لاکر نمازِ جنازہ پڑھ دو وہ مغفور ہو جاتا ہے یہ مرتبہ سوائے دارالعلوم دیوبند کے کسی کو مخلوق میں حاصل نہیں اگر چہ جناب محمد ﷺ ہوں (معاذاللہ)۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیویں کہ میں تمہارے نفع ونقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم جو مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے۔ ہم جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا کیونکہ یہ بات محض غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔"

(تقویت الایمان صفحہ ۴۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص خود اپنے کو نہ بچا سکے گا وہ دوسرے کو کیا بچائیگا تو معاذاللہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خود کو بھی نہیں بچا سکے مگر احاطہ دارالعلوم دیوبند میں کیسا بھی شقی ظالم بدکار آ جائے اگر چہ مرنے کے بعد اس کے جنازے کی نماز یہاں پڑھ دی جائے وہ مغفور ہو جاتا ہے یہ مغفرت عام دارالعلوم میں جاری وساری ہے۔ نیز یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ محمد یعقوب صاحب کے مکاشفہ کا یہ عالم ہے کہ وہ میت کے حالات غیبیہ کو بخوبی جانتے ہیں کہ وہ مغفور ہے اور آئندہ مغفور ہو جانے کی بابت بھی۔ معلوم ہوا کہ محمد یعقوب صاحب سے کوئی مغفور و مغضوب پوشیدہ نہیں اگر چہ تمام عالم کے لئے نہ سہی تو کم از کم متعلقین مدرسہ کے بارے میں تو ان کو یہ علم ضرور حاصل ہے مگر علماء دیوبند جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو معاذاللہ بے خبر و نادان بتاتے ہیں (حوالہ گزرا)۔ نیز اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

> ''جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسروں کا''
>
> (تقویت الایمان صفحہ ۴۲)

اس میں کیا شک ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنا ہی حال نہ جان سکے وہ قبر کا حال کیا جانے اور جو قبر کا حال نہیں جان سکتا وہ آخرت کا حال کیا جان سکے گا اور جب اپنا ہی حال نہ جان سکے گا تو دوسرے کا حال کیا جانے گا پس دیوبندیوں کے نزدیک معاذاللہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ آخرت و قبر تو کیا دنیا ہی میں اپنا حال نہیں جان سکتے تو

دوسرے کا حال کیا جان سکیں گے یہ رتبہ تو صرف اور صرف خادمانِ دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے کہ وہ ہر ایک کا حال سرزمین دیوبند میں بیٹھ کر دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ قبر اور حالاتِ آخرت پھر مغفور ہونے کی بشارت دے رہا ہے۔

یہ بات بھی طلبِ غور ہے کہ اس صحن کو (جہاں جنازہ رکھ کر پڑھا جاتا ہے) نسبت حاصل ہے درسگاہ سے اور درسگاہ کو نسبت ہے درس سے اور درس کو نسبت ہے مدرس سے اور وہ ہیں خادمانِ دارالعلوم دیوبند تو اتنی نسبتوں کے بعد ان کا یہ فیض تام کہ کیسا ہی شقی ہو یہاں لاکر اس کی نماز جنازہ پڑھ دو تو وہ مغفور ہو جائیگا۔ مگر وائے حسرتا دیوبندیوں اور وہابیوں کے نزدیک سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کو خاص نسبت ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے کہ وہ صاحبزادی ہیں مگر وہ اس نسبت فیض سے محروم جو دارالعلوم کے احاطہ میں ہے۔

مولوا اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

"پکارا پیغمبر خدا ﷺ نے ...... اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو
آگ سے! مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام
آؤنگا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ"

(تقویت الایمان ،صفحہ ۵۴)

ظاہر ہوا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کام بھی نہیں آسکتے چہ جائیکہ کسی غیر کو دوزخ سے بچالیں مگر دارالعلوم دیوبند کو

یہ مرتبہ حاصل ہے کہ کوئی بھی شخص اگر چہ وہ متعلقین مدرسہ سے ہو یا غیر یہاں اسکی نماز جنازہ پڑھتے ہی مغفور ہو جاتا ہے۔

ہم نے قاری محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند، کے مقالہ سے چند اقتباس پیش کئے۔ حلقہ دیوبند میں قاری صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں بلکہ اس زمانہ میں فخر زمان دیوبند کہا جائے تو بجا ہے۔ ہر دیوبندی کے نزدیک ان کا احترام مسلم، ان کی ذات پر تمام دیوبندیوں کو ناز ہے، ان کے کلام میں کسی کو کلام نہیں جو فرما دیا وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

قاریٔ طیب فرشتوں سے زیادہ معصوم ہیں

قاری عبدالعزیز صاحب شوق، صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور فرماتے ہیں:

ے طیب الصورت ہیں اور طیب الاخلاق ہیں
آپ اپنے نام کے ہر طور سے مصداق ہیں

آپ ہیں بیشک وحید العصر اے والا جناب
عالموں میں آپکا ممکن نہیں کوئی جواب

آپ کا تقویٰ فرشتوں سے فزوں پاتے ہیں ہم
آپ کے صدق و دیانت کی قسم کھاتے ہیں ہم

(ماہنامہ "الرشید" دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱٦۵ فروری مارچ ۱۹۷٦ء)

(نوٹ) انسان میں بنائے شرف و بزرگی علم ہے قرآن کریم میں ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰو

یعنی

" اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں"

مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:

" (پیغمبر خدا نے فرمایا) سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے
کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں لوگ غافل ہیں"

(تقویت الایمان صفحہ ۹۳)

معلوم ہوا کہ مخلوق میں شرف و امتیاز علماء کو سب سے زیادہ ہے اور علماء میں قاری طیب صاحب وحید العصر یعنی یکتائے زمانہ ہیں ان کا جواب ناممکن اور اس شعر نے ثابت کرایا کہ قاری طیب فرشتوں سے بھی زیادہ معصوم ہیں:

آپ کا تقویٰ فرشتوں سے فزوں پاتے ہیں ہم
آپ کے صدق و دیانت کی قسم کھاتے ہیں ہم

(ماہنامہ "الرشید" دار العلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

تقویٰ بمعنی پرہیزگاری، اس بناء پر فرشتوں کے معصوم ہونے پر ایمان ہے مگر طیب صاحب کی پرہیزگاری فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ صوفی محمد اقبال صاحب قریشی

فرماتے ہیں:

" نظریاتی اعتدال میں تو دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کا رسالہ دیکھنے کے قابل ہے۔"

(ماہنامہ "بینات" کراچی ربیع الآخر ۸۶ھ)

اور فرماتے ہیں:

" حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان نے فرمایا کہ "یہ مقالہ سراسر الہامی معلوم ہوتا ہے (ماہنامہ "الصدیق" اگست ۱۹۶۴ء) اس لئے بندہ برادر محترم مولانا عبدالرشید صاحب مدظلہ کے ارشاد پر باوجود ضعف وعلالت کے اسکی تلخیص شروع کرتا ہے واللہ المستعان و علیہ التکلان بندہ محمد اقبال قریشی خادم مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد ۱۰ رجب ۱۳۹۵ھ۔"

(ماہنامہ "الرشید" لاہور دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۴۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

دارالعلوم منبع ولایت

دارالعلوم دیوبند سے جس چیز کو بھی نسبت ہوگئی وہ الہامی بن گئی کیونکہ یہاں کا ہر شخص

ولی کامل ہے۔ مفتی شفیع صاحب دیو بندی کراچی فرماتے ہیں:

''میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب دار العلوم کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دار العلوم کا وہ زمانہ دیکھا جب اسکے ایک چپراسی سے لیکر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر شخص صاحب نسبت ولی کامل تھا۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دار العلوم دیو بند نمبر صفحہ ۱۴۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

عالم موجودات میں صرف اور صرف دار العلوم دیو بند کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے فیض سے تمام مخلوق کو بہرہ ملا اور حصہ پہنچا حتیٰ کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ بھی (معاذاللہ) اسی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اوران کے شاگردِ رشید مولوی خلیل احمد انبیٹھی دونوں بالاتفاق فرماتے ہیں اور دیگر علماء دیو بندی اسکی تصدیق وتصویب پر مہر لگاتے ہیں کہ:

''مدرسہ دیو بند کی عظمت حق تعالیٰ کی بارگاہِ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات و ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیو بند

سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی سبحان اللہ اس سے
مرتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔‘‘

(’’براہینِ قاطعہ‘‘ کتب خانہ امدادیہ دیو بند صفحہ۲۶)

یہ ہے دار العلوم دیو بند کی مختصر سی داستان کہ اس سانچہ میں ڈھلنے والے ہر پرزے کو دیو بندی کہا جاتا ہے۔

حاصل کلام

حقیقت یہ ہے کہ دنیائے دیو بند جو اپنے عقائد و نظریات میں منفرد اور اپنے مسلک و افکار میں ممتاز ہیں انکا وجود اس دار العلوم سے پہلے بھی تھا جبکہ دار العلوم دیو بند عالم خیال میں بھی موجود نہ تھا لیکن ان کو مرکزی حیثیت حاصل نہ تھی۔ جب دار العلوم دیو بند عالمِ وجود میں آیا اور اس نے شرف مرکزیت پایا اور یہاں سے اپنے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت کا موقع پایا تو اپنے عقائد و افکار کے اعتبار سے یہ لوگ دیو بندی کہلانے لگے۔

جانِ برادر! دین مجموعہ اعمال کا نام نہیں بلکہ مجموعہ عقائد کا نام دین ہے۔ اختلاف اعمال کے سبب دین نہیں بدلتا مگر اختلافِ عقائد کی بناء پر دین بدل جاتا ہے مثلاً قادیانی کہ نماز و روزہ وغیرہ اعمال میں فرق نہیں کرتے مگر عقائد میں کہ حضور اکرم ﷺ

کو آخری نبی نہیں جانتے بلکہ ظلی اور بروزی نبی کی آمد کا عقیدہ رکھتے ہیں اس بناء پر ان کا دین بدل گیا وہ اسلام سے خارج ہو گئے اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں مگر اسلام ان کو قبول نہیں کرتا۔ بعینہ یہی نقشہ دارالعلوم دیوبند میں بیٹھ کر تیار کیا گیا۔ ایک عظیم ڈرامہ ترتیب دیا گیا مختلف عقائد کے رنگ میں نئے روپ دھارے گئے ایک مسلک غیر مانوس، جس سے مسلمانانِ ہند واقف نہ تھے، کا مجسمہ تیار کیا گیا اور خوشنما ملبوسات سے زینت دیا گیا۔ سجا بنا کر عوام الناس اہلِ ہند کے سامنے پیش کیا گیا۔ کتنے سادہ لوح مسلمان اسکی ظاہری شکل اور رنگ و روغن پر فریفتہ ہو گئے بہت سے ڈولہ کے ساتھ براتی بن گئے بھیڑ ہوتی گئی کام بنتا گیا ادھر تو اعلان کیا جا رہا ہے کہ قیامِ دارالعلوم کی غرض و غایت ایمان و اسلام کی حفاظت ہے مگر درِ پردہ ایک سازش کام کر رہی ہے۔

بنیادی ترکیب

مولوی عبیداللہ سندھی (جو معتبر راویانِ وہابیہ دیوبندیہ سے ہیں) فرماتے ہیں:

> ''مولانا محمد اسحاق مکہ معظمہ میں اپنے بھائی مولانا محمد یعقوب دہلوی کو اپنے ساتھ لے گئے اور دہلی میں مولانا مملوک علی کی صدارت میں مولانا قطب الدین دہلوی مولانا مظفر حسین کاندھلوی اور مولانا عبدالغنی دہلوی کو ملا کر ایک

بورڈ بنادیا جواس نئے پروگرام کی اشاعت کر کے نئے سرے
سے جماعتی نظام پیدا کرے یہی جماعت جو آگے چل کر
دیوبندی نظام چلاتی ہے الغرض امام ولی اللہ کی اجتماعی
تحریک کو نئی نہج پر ڈالنے میں شاہ محمد اسحاق کی اس اصابت
رائے کا نتیجہ تھا کہ بعد میں دہلی مدرسہ کے نمونے پر دیوبند
میں جو درسگاہ قائم کی گئی اس نے پچاس سال کے عرصے
میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔''

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۱۳۴۔۱۳۵)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ نیا پروگرام کیا تھا جس کی اشاعت کیلئے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کیا گیا جو آگے چل کر دیوبندی نظام کہلاتا ہے جسکو شاہ ولی اللہ صاحب کے نام کا خوبصورت چلمن ڈال کر شہرت دی جاتی ہے حقیقۃً وہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریکِ وہابیت کو عملی جامہ پہنانا تھا اسکی لوح پر شاہ ولی اللہ کا لیبل لگانا تھا۔ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

''جانشینانِ محدثین دہلی نے اس سلسلے میں بھی بہت کام کیا
شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید بریلوی نے اس بارے
میں بہت مضبوط موقف اختیار کیا یہی وجہ ہے کہ مبتدعین کی
نظر میں سب سے زیادہ یہی دو افراد کھٹکتے ہیں ان حضرات

کے بعد اکابرِ دیو بند کی باری آتی ہے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور صفحہ ۱۲۴ ماہ فروری مارچ ۱۹۷۶)

دینِ وہابیت کا نعم البدل

اس سے ظاہر ہو گیا کہ دیو بندی حضرات مولوی اسمٰعیل صاحب کے نقشِ قدم پر ہیں۔ وہابیہ کے جدید امام اور اپنی طرز کے نئے لیڈر ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

'' سید احمد صاحب کے خطوط اور ملفوظات اور شاہ اسمٰعیل شہید کی منصبِ امامت طبقات تقویت الایمان اور دوسری تحریریں دیکھئے دونوں جگہ وہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان بولتی نظر آتی ہے۔''

(تجدید واحیائے دین صفحہ ۱۱۴)

قصرِ دیو بندیت کی اساس

الغرض قصرِ وہابیت کے طلسم ہوشربا کو دارالعلوم دیو بند کے نام سے موسوم کر کے شاہ ولی اللہ صاحب کے نام کا بورڈ لگایا گیا کہ سستی شہرت حاصل ہو جائے۔ مودودی صاحب کے بیان سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کی تصانیف خصوصاً **تقویت الایمان** کو اس دینِ جدید میں اساسی حیثیت حاصل ہے اور

وہ حلقہ دیو بند میں بہت مقبول ہے جسکو ولی اللہ صاحب کی زبان بتایا جارہا ہے نیز مودودی صاحب فرماتے ہیں:

''سید (احمد)) صاحب اور شاہ اسمٰعیل صاحب دونوں روحاً اور معناً ایک وجود رکھتے ہیں اور اس وجود متحد کو میں مستقل بالذات مجدد نہیں سمجھتا بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تجدید کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔''

(تجدید واحیائے دین صفحہ ۱۱۵)

معلوم ہوا کہ مولوی اسمٰعیل کی تحریک کو شاہ ولی اللہ صاحب سے منسوب کیا گیا اور دلیل یہ پیش کی کہ تصانیف مولوی اسمٰعیل، شاہ صاحب کی ہی بولتی زبان ہیں حالانکہ شاہ صاحب کی تصانیف کثیرہ میں کہیں ایسی گندی زبان استعمال نہ کی گئی جیسی کہ اسمٰعیل نے کی۔ مثلاً تقویت الایمان صفحہ ۲۷ میں ہے:

''اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

تو مخلوق میں انبیاء ومرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کو بھی معاذاللّٰہ ثم معاذاللّٰہ چمار سے زیادہ ذلیل لکھا یہ شاہ ولی اللہ صاحب کی کس زبان کا ترجمہ ہے یا زبان کا بدل یا کونسی اصلی عبارت ہے جو ان کی کتاب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت اولئک هم

خیر البریه

(سورۃ البینہ، آیت ۷)

ترجمہ ''بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں''

اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کو تمام مخلوق سے اچھا فرمائے اور اسمٰعیل کافروں کی بدترین قسم چمار سے معاذاللہ بدتر بتائے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لایعلمون

(آیت ۸ المنافقون)

ترجمہ: ''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کیلئے ہے اور منافقوں کو خبر نہیں''

اللہ تبارک تعالیٰ جنکو عزت والا فرمائے، مولوی اسمٰعیل ان کو ذلیل اور پھر چمار سے بھی زیادہ ذلیل بتائے کیا یہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان بول رہی ہے (معاذ اللہ ثم معاذاللہ من ھذا الخرافات) اسمٰعیل صاحب کی عبارت کا مطلب یہی ہوا کہ اللہ کی شان کے آگے چمار اتنا ذلیل نہیں جتنے (معاذاللہ) انبیاء و مرسلین علیہ الصلوۃ

والتسلیم ہیں (استغفر اللّٰہ ربی) یہ ایک ضمنی گفتگو تھی۔ الحاصل دیوبندی عقائد وافکار اوران کا مسلک ونظریات بعینہ وہی ہیں جو مولوی اسمٰعیل صاحب نے وضع فرمائے جب ہی تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ''تقویت الایمان'' کے بارے میں لکھ گئے کہ اس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ معلوم ہوا کہ عین اسلام وہی ہے جو ان کو مولوی اسمٰعیل صاحب سے ملا نہ وہ اسلام جو محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوا۔ اگر وہی اسلام پیارا ہوتا جسکو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تو پھر نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرنے کی کیا حاجت تھی مگر نیا نظام وہی ترتیب دینا تھا جسکو مولوی اسمٰعیل نے ابنِ عبدالوہاب سے اور ابنِ عبدالوہاب نے ابنِ تیمیہ سے پایا۔

اسمٰعیل دہلوی اور ابنِ عبدالوہاب دونوں ابنِ تیمیہ کے مقلد ہیں

مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

> '' شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کے ماننے والوں میں سے سرزمین نجد میں ۱۱۱۵ھ میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے انھوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی حزب ولی اللہ میں بھی توحید کی دعوت اسی طرح موجود ہے اور شیخ الاسلام

ابنِ تیمیہ کا احترام بھی دونوں تحریکوں میں مسلم ہے۔''

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۹۲)

یہ وہی تحریک اسمٰعیل ہے جسکو حزب ولی اللہ کا لبادہ پہنایا گیا۔ حزب وہابیت کے ترجمان جدید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

''اگرچہ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ٹھیک وہی روش اختیار کی جو ابنِ تیمیہ کی تھی۔''

(تجدید واحیائے دین صفحہ ۱۲۱)

معلوم ہوا کہ مولوی اسمٰعیل اور محمد بن عبدالوہاب دونوں ہی ابنِ تیمیہ کے پیرو ہیں اور ان ہی سے اکتساب فیض کیا اگرچہ اسمٰعیل صاحب نے بالواسطہ محمد بن عبدالوہاب سے یہ فیض پایا مگر دونوں جگہ ابنِ تیمیہ کا قانون جاری ہے۔

ابنِ تیمیہ کا دین

سید قاسم محمود صاحب ابنِ تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

''ابنِ تیمیہ قرآن وحدیث کی لفظی تفسیر کرتے تھے خصوصاً خدا تعالیٰ کی تجسیم کا نظریہ ان کے ذہن میں راسخ تھا۔''

(شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا قسط نمبر ۲ صفحہ ۵۰، کالم ۲، لاہور)

علماء اسلام نے ابنِ تیمیہ کی تکفیر فرمائی

اسلام نے اللہ تعالیٰ کا جسم اور جسمانیات سے پاک ہونے کا عقیدہ مسلمانوں کو عطا کیا اور اس کے لئے جسم کا ثابت کرنا کفر فرمایا چنانچہ اس بناء پر ابنِ تیمیہ پر علمائے عصر نے کفر کا فتویٰ دیا۔ سید قاسم محمود صاحب لکھتے ہیں

''اکثر علماء نے ابنِ تیمیہ کو کافر اور ملحد قرار دیا بعض انہیں راہِ ہدایت سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں خصوصاً ابنِ بطوطہ، عبدالوہاب تقی الدین سبکی اور حبان الظاہری کے نزدیک انہیں شیخ الاسلام کہنے والا بھی کفر کے دائرے میں داخل ہے۔''

(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا قسط نمبر ۲ صفحہ ۵۰، کالم ۲، لاہور)

وہابیہ غیر مقلدین کے امام مولوی وحید الزمان صاحب ابنِ تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''قال شیخنا ابنِ تیمیه هو تعالیٰ علٰی عرشه فوق السمٰوٰت.''

(ھدیۃ المھدی صفحہ ۱۰)

یعنی: ''فرمایا ہمارے بزرگ ابنِ تیمیہ نے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اسکا عرش آسمانوں کے اوپر ہے''

پھر لکھتے ہیں:

"عن ابنِ تیمیہ انہ تنزل کما انا انزل من المنبروفی حدیث النزول یصعد الجبار الی کرسیه والصعود والنزول والمجی والایتان"

(هدیۃ المهدی صفحہ ۱۱)

یعنی: "ابنِ تیمیہ سے مروی ہے کہ بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) اترتا ہے جس طرح میں اترتا ہوں منبر سے اور حدیث میں اترنا چڑھنا جبار کا اپنی کرسی کی طرف اور چڑھنا اور اترنا آنا اور جانا ہے۔"

ان ہی عقائد ونظریات پر دیوبندی دھرم کی عمارت قائم کی گئی اور اسی مذہب جدید کی اشاعت کیلئے دارالعلوم دیوبند کو مرکز بنایا گیا اور اس قسم کے انسان (جیسا کہ قاری صاحب نے بیان کئے) تیار کئے گئے یہاں کے ہر معاملے کو الہامی بتایا گیا۔ اور انگریز کی پالیسی پر عمل درآمد کرایا گیا اب دوسری طرف نظر ڈالئے مولوی عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں:

"مدرسہ دیوبند کی مرکزی فکر اور اسکی سیاسی مصلحت کے اصول امیر امداداللہ اوران کے رفقاء مولانا محمد قاسم مولانا رشید احمد اور مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی جماعت نے

متعین کیئے تھے اس لئے دیو بندی پارٹی کی مرکزی جماعت
میں وہ شخص شامل نہیں ہوسکتا جو یہ اصول کاملاً تسلیم نہ کرتا
ہو۔"

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۱۵۰)

دیوبندی جماعت میں مسلمانوں کے سوا ہندو اور عیسائی وغیرہ سب شامل ہوسکتے ہیں

قطع نظر اس کے کہ اس کے اصول الہامی ہوں یا اجتماعی مگر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس مرکزی جماعت میں ہر مسلمان شامل نہیں ہوسکتا سوائے ان لوگوں کے جوان کے وضع کردہ اصولوں پر کاملاً ایمان لانے والے ہوں اگر چہ وہ ہندو ہوں یا انگریز۔

مولوی عبیداللہ سندھی دیو بند کے دائرہ کار کے متعلق فرماتے ہیں:

"ہم جس طرح اپنے نوجوان کو قرآن عظیم کی تعلیم کی مدد سے اس مقصد عالی کی طرف لے آتے ہیں اسی طرح اگر ہندو تعلیم یافتہ نوجوان ہم پر اعتماد کرے تو ہم اسکو ولی اللہ فلاسفی پڑھا کر بھگوت گیتا کی تعلیم کے ذریعہ اسی مقصد پر لے آئینگے یہی طرزِ عمل ہمارا بائیبل ماننے والی اقوام کے ساتھ رہیگا ہم ولی اللہ فلاسفی پر بائیبل پڑھا کر ان کو بھی

انسانیت عامہ پر جمع کر دیں گے الغرض مولانا شیخ الہند (محمود الحسن) ہمیں تین چیزیں بتا گئے، اول یہ کہ آپ نے درجہ تکمیل میں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ اور مولانا محمد قاسم کی حکمت داخل کرائی دوم سیاسی تحریک میں دیوبندی جماعت کیساتھ علیگڑھ پارٹی کو مساوی درجہ پر شامل کرنا منظور کرلیا سوم یہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کے اندر جا کر بیرونی ممالک اسلامیہ کے سیاسیات سے علیحدگی اختیار کر کے کام کرنیکی راہ سمجھا۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۱۶۲)

اس سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ دیوبندی پارٹی کا گٹھ جوڑ ہندوؤں اور انگریزوں سے ہو سکتا ہے مگر مسلمان سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکو اصول دیوبند اور قاسم صاحب کی حکمت حارج اور مانع ہے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ قاسم صاحب کی حکمت کے مطابق نہیں۔

قاری طیب صاحب بھی اس حکمت کا اعتراف کرتے ہیں فرماتے ہیں:

"علمائے دیوبند کا مسلک تمام متکلمین کی عظمت کے ساتھ امام ابو منصور ماتریدی کا اتباع ہے لیکن یہاں بھی کلام معین کی پابندی و اتباع کے ساتھ تحقیق کا سہرا ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا۔ کلامی مسائل کے ساتھ علماء دیوبند میں

قاسمیت غالب جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم
صاحب نانوتوی کی حکیمانہ تعلیم سے ماخوذ ہے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ ۱۶۵ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

دیوبندی دھرم عظمت کا نمونہ

معلوم نہیں کہ حلقہ دیوبند میں متکلمین کی عظمت کا کیا مفہوم ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں محمد قاسم صاحب نانوتوی (جنکی حکیمانہ تعلیم پر یہ مدرسہ چل رہا ہے) فرماتے ہیں:

''انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں
ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اسمیں بسا اوقات بظاہر امتی
مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

(''تحذیر الناس' کتبخانہ اعزازیہ دیوبند صفحہ ۴)

دیوبندی، اللہ کے رسول ﷺ سے روٹیاں پکواتے ہیں

دیوبندیوں میں جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا یہ حال ہے تو معظمان دین کی عظمت کا کیسا بدترین سلوک ہوگا اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی جو رشید احمد

گنگوہی کے خلیفہ ہیں، فرماتے ہیں:

''ایک دن اعلحضرت (امداداللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپکی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور آپکی بھاوج سے فرمایا کہ ''اٹھ'' تو اس قابل نہیں کہ امداداللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اسکے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلحضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی (رشید احمد) محدث گنگوہی سے شروع ہوئی اس لئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں۔''

(''تذکرۃ الرشید'' جلد اول صفحہ ۴۶ مکتبہ بحرالعلوم، این بی ۱۶/۸ غلام شاہ اسٹریٹ، جونا مارکیٹ، کراچی)

حلقہ دیوبندیت میں سیدنا وملجانا وماؤنا ومولنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ ان کو علماء دیوبند کیلئے کھانا پکانیکی خدمت کیلئے مقرر کیا گیا معاذاللہ۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی حکیمانہ تفسیر کا ذکر مولوی حکیم انیس احمد صدیقی صاحب اسطرح کرتے ہیں:

'' حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی نے قرآن حکیم کی بعض سورتوں اور آیتوں کی تفسیر لکھی ہے مثلاً معوذتین کی تفسیر ماہنامہ القاسم دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوچکی ہے اور حضرت کے بعض رسائل میں بھی موجود ہے اور حضرت

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اسکا اختصار اپنی تفسیر کے حاشیہ میں نقل فرمایا اسی طرح بعض آیات کی تفسیر آپکے مطبوعہ رسائل میں موجود ہے آیت خاتم النبیین کی حکیمانہ اور محققانہ تفسیر رسالہ تحذیر الناس میں موجود ہے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور دار العلوم دیو بند نمبر صفحہ ۵۷۰ فروری مارچ ۱۹۷۶ء)

آیت خاتم النبیین کی حکیمانہ تفسیر

آیئے مولوی محمد قاسم صاحب کی حکیمانہ اور محققانہ تفسیر آیت خاتم النبیین کا مطالعہ کریں۔ لیجئے یہ تحذیر الناس ہے اس میں مولوی قاسم صاحب لکھتے ہیں:

''اول معنٰی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔''

(تحذیر الناس کتبخانہ اعزازیہ دیو بند صفحہ ۲۔۳)

قاسم صاحب کی حکیمانہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد سمجھنا اور آخری نبی جاننا عوام کا خیال ہے عقلمندوں کے نزدیک اول و آخر میں بالذات کوئی فضیلت ہی نہیں پھر بطور مدح خاتم النبیین فرمانا صحیح ہی نہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد لکھا:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا''

(تحذیر الناس کتبخانہ اعزاز یہ دیو بند صفحہ ۲۴)

اس حکیمانہ اور محققانہ تفسیر کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس معنی کر خاتم النبیین نہیں کہ آپ آخری نبی ہوں بلکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ یہ ہیں عقائد علماء دیو بند کے خدوخال انہیں جیسے اختلافاتِ عقائد کی بنا پر دیو بندی افراد اپنے دین و ملت میں منفرد اور ایمان و عقائد میں ممتاز ہیں۔

اکابرینِ علماء دیو بند کا تعارف

اکابر علماء دیو بند کا تذکرہ مولوی حسین احمد صاحب مدنی، صدر مدرس دار العلوم دیو بند، یوں فرماتے ہیں:

''حضرت شمس الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ

اللہ علیہ اور حضرت شمس العلماء مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب ومولانا مولوی اشرفعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود اور دیگر حضراتِ علماء دیوبند، سہارنپور اور امروہہ ومرادآباد وغیرہ وغیرہ ایک ہی چمنستانِ ہدایت کے گلہائے شگفتہ اور ایک ہی گلستانِ سعادت کے سروہائے زینت دہندہ ہیں۔ باغہائے امدادالٰہی کے یہ جملہ حضرات اشجار ثمرہ اور خاندان ہائے ولی اللہی کے یہ سب نونہال درختہائے مزہرہ ہیں طرق اسانید حضرت شیخ عبدالغنی الدھلوی ثم المدنی اور حضرت مولوی احمد علی صاحب قدس اللہ سرھما العزیز۔ان اکابر کی ذات پاک سے مسلسل الی غیرالنہایہ ہیں اور انہار برکات طرق اربعہ خصوصاً طریقہ چشتیہ ، صابریہ، قادسیہ، امدادیہ ان کے نفوس طیبہ سے جاری لاالی الغایہ ہیں۔الحاصل یہ جملہ اکابر ایک روح اور چند قالب اور ایک معنی چند الفاظ ہیں ان کے خیالات وعقائد واعمال ایک ہی ہیں۔"

(الشھاب الثاقب کتبخانہ رحیمیہ دیوبند صفحہ ۴۱)

معلوم ہوا کہ دیوبندی سارے کے سارے ہم عقیدہ اور ایک خیال ہیں ان کے عقائد واعمال میں کوئی فرق نہیں جو عقیدہ ایک کیلئے ثابت وہی عقیدہ سب کے لئے واقع ہے اگر چہ وہ ہندی ہوں یا سندھی مدراسی ہوں یا بنگالی، بلوچی ہوں یا پنجابی، اتحادو عقیدہ کی بناء پر سب دیوبندی ہیں۔

بانی مذہب کی تعظیم

ہر مذہب وملت میں بانی مذہب کی تعظیم وعظمت ضروری ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی سی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔''

(تقویت الایمان صفحہ ۸۰)

اسمٰعیل صاحب اس کے مقابل اپنے پیر سید احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''ایک دن حضرت حق جل وعلا نے آپ (سید احمد) کا داہنا ہاتھ اپنے دستِ قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امورِ قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی

عنایت کریں گے۔''

(''صراط مستقیم'' اردو کشمیری بازار لاہور صفحہ ۲۸۰۔۲۸۱)

دونوں عبارتوں کو پڑھیئے اور سر دھنئے، حبیب رب العلمین محمد رسول اللہ ﷺ اس کے دربار میں اس کے رعب وجلال سے بے حواس اور سید احمد اس کے دربار میں عطا و اکرام سے مالامال اور مشرف مصافحہ خداوندی سے ہمکنار ہیں یہ صرف ایک حوالہ بطور نمونہ نقل کیا بقیہ حوالہ جات برمحل ذکر کیئے جائینگے۔ مسلمانانِ عالم میں اللہ اور پھر اس کے رسول ﷺ کی تعظیم ضروری ہے مگر ملت وہابیہ دیوبندیہ میں سید احمد اور ان کے خلیفہ اجل مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تعظیم اور تکریم ضروری ہے اور یہ تعظیم سب کو مسلم ہے کیونکہ کسی دیوبندی وہابی نے ان عبارات خبیثہ پر نہ تو کوئی انکار کیا نہ احتجاج۔ برصغیر (ہندو پاکستان) میں اس مذہب کی بنیاد رکھنے والے مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد تکوی (جنکو بریلوی بھی کہتے ہیں) ہیں، سارے وہابی خواہ وہ مقلد ہوں یا غیر مقلد، دیوبندی ہوں یا مودودی، تبلیغی ہوں یا ندوی سب کے نزدیک ان حضرات کی عظمت مسلم۔

دیوبندی دھرم میں ''تقویت الایمان'' کی عظمت

مولوی عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

''ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ ولی اللہی تحریک عرب کی نجدی